معاصر "طلوع اسلام" کے ایک مضمون کا تجزیہ

# فکر اسلامی سے انحراف کی راہیں

حافظ محمد آصف احسان عبدالباقی

احکام اسلام کی شرعی اساسیات پر تدوین و تشکیل قران وحدیث (دونوں) کے یکساں براہین صریحہ کی روشنی میں ہوتی ہے۔ اور اسلامی عبادات و معاملات کے جملہ امور و مسائل کے اخذ و استنباط کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاک کلام اور ہادی برحق حضرت محمد ﷺ کی مقدس احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی تشریح و تفصیل کیلئے کتاب و سنت کو چھوڑ کر کسی اور شے سے راہنمائی اور ہدایت کا طلبگار ہونا یا ان (قرآن و حدیث) ہی میں سے کسی ایک کو شرعی حجت تسلیم نہ کرنا، رخت سفر اور زاد راہ لئے بغیر شب دیجور کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں ایک ایسے بے آب و گیاہ صحراء میں سفر کرنے کے مترادف ہے کہ جس کی مہیب مسافتیں، ہولناک وسعتیں اور پیچ در پیچ گھاٹیاں ہر گزرنے والے کیلئے پیام اجل ثابت ہوں، معلوم ہونا چاہئے کہ قران حکیم درحقیقت شریعت اسلامیہ کے بنیادی قواعد وقوانین پر مبنی ایک ایسا کامل و یکتا ضابطہ حیات ہے کہ جس میں انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے بیشتر امور و معاملات کے متعلق راہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ چونکہ قرآن کریم اختصار و جامعیت کا ایک عمدہ شاہکار ہے اس لئے اسمیں جزئیات سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف کلیات ہی پر بحث کی گئی ہے ان کلیات کی بدرجہ اتم صراحت و وضاحت کیلئے نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ احادیث کی جانب رجوع کرنا از بس ضروری ہے کیونکہ کتاب ہدایت یعنی قرآن حکیم کی آیات کی جو تشریح و تفسیر آپ ﷺ نے اپنے افعال و اقوال کے ساتھ کی ہے وہ کسی دوسرے ذریعے سے ممکن ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو پھر بھی شرعی اعتبار سے قابل حجت نہیں۔ پس دین اسلام میں امام الانبیاء اور سید الاولیا ﷺ کی احادیث کی مثال ایسے دور یکتا اور گوہر نایاب کی ہے کہ جس کی تابندگی و درخشندگی اہل اسلام کے قلوب و اذہان کو روشن کرتی اور ان کے افکار و نظریات کو جلاء بخشتی ہے۔

فتنہ انکار حدیث میں مبتلا عاقبت نا اندیش افراد کا المیہ بھی عجیب ہے۔ ان کے نزدیک قران حکیم کی نبوی تفسیر تو (معاذ اللہ) قابل قبول نہیں کیونکہ ان کے پندار باطل میں احادیث رسول ﷺ ظنی اور قیاسی ہیں۔ جو یقینی علم کا فائدہ نہیں دیتی لیکن وہ تمام "ادب جاہلی" اور "لغت عربی" درست اور قابل اعتماد ہے۔ کہ جس کی جانچ پرکھ کا التزام ہے نہ صحت و درایت کا اہتمام۔ منکرین حدیث کے نزدیک شرعی احکام کے استخراج کیلئے صرف قرآن حکیم ہی حجت ہے۔ لیکن طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ خود قرآنی آیات ہی ان کے افکار باطلہ اور نظریات فاسدہ کے منافی ہیں۔

ماہنامہ "طلوع اسلام" کے جولائی 2003ء کے شمارے میں ایک مضمون بعنوان "سرزمین آسمان میں چندروز" اشاعت پذیر ہوا ہے جس میں عقل خام اور لفاظی کے سہارے بعض ایسے تصورات پیش کئے گئے ہیں جو قرآن کریم کی عمومی تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں۔ چونکہ منکرین حدیث کے "اسلام" میں مجموعہ احادیث نبویہ ﷺ کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے ہم بھی ان کے افکار و نظریات کے مالہ وماعلیہ پر بحث کیلئے صرف قرآن حکیم کی آیات سے استدلال کریں گے۔ وباللہ التوفیق

۱) "سرزمین آسمان میں چندروز" کے مقالہ نگار صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں:

"دعاء کی بات چل نکلی ہے تو کھلے دل سے

اعتراف ہے کہ ہم دعاء کے دل و جان سے قائل ہیں''۔

اگر چہ مندرجہ بالا الفاظ میں صاحب مضمون نے وجود دعاء کو تسلیم تو کیا لیکن مقالے کے مجموعی اسلوب تحریر اور انداز نگارش میں انہوں نے دعاء کو عملی طور پر ایک اضافی اور فاضل شے قرار دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور سارا زور قلم مجرد اسباب کی فراہمی اور استعداد کی بڑھوتری ہی پر صرف کیا ہے چنانچہ چند سطور کے بعد مزید لکھتے ہیں:

''تو کیا ایک انسان کو اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں میں اضافہ کرنا چاہئے یا زیادہ سے زیادہ دعاؤں پر بھروسہ؟

مذہب کی روایت دوسرے حصے کی مؤید ہے جبکہ دین کی روح پہلے جزو کی بھرپور تائید کرتی ہے''۔

ہم کہتے ہیں کہ دعاء کی اہمیت وفضیلت کا ادراک کرنے کیلئے مندرجہ ذیل دو اساسی نکات کو ذہن نشین کرنا لازم ہے:

ا۔ دعاء رب کائنات کی ایک عظیم ترین عبادت ہے جس میں انسان اپنی انکساری وفروتنی اور ذات باری تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا اظہار کرتا ہے اور اگر مبالغہ آرائی پر محمول نہ کیا جائے تو اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ دعاء جملہ عبادات۔ انفرادی ہوں یا اجتماعی۔ کے وجود ودوام کیلئے ایک مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ کئی دفعہ بارگاہ ایزدی میں دعاء کرنے ہی کی بناء پر خالق کائنات کی جانب سے انسان کو بے شمار حسنات کے کرنے کی توفیق عطاء کی جاتی ہے اور دعاء کرنے والے کو اپنی مطلوبہ حاجت کے علاوہ کئی اور ضروریات سے بھی بے پرواہ اور مستغنی کر دیا جاتا ہے۔ دعاء کی اس عظمت ہی کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ دیگر عبادات کی طرح دعاء کرنا بھی توفیق الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

۲۔ دعا ایک ایسی مسلسل ومتواتر عبادت ہے جس کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ اس تناظر میں اس حقیقت کی توضیح بھی ضروری ہے کہ صرف اس وقت دست دعا بلند کرنا جب انسان کو کوئی مسئلہ یا مشکل درپیش ہو، دعاء کی قدرو منزلت میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ توفیق الٰہی ہو تو خوشی و شادمانی، آرام و راحت، پریشانی وغم اور الم و مصیبت ہر حال میں پروردگار عالم سے رحمت و نصرت کا طالب رہنا چاہئے۔

حقیقت دعا کے متعلق ان تمہیدی اور کلیدی کلمات کے بعد واضح ہو کہ دین کی روح کا تقاضا اور منشا یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے اور صلاحیت میں اضافہ کرنے کی بھی کوشش کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے امور ومسائل کی بخیرو عافیت انجام دہی کیلئے خالق کائنات سے دعا کے ذریعے مدد بھی طلب کی جائے۔ قرآنی تعلیمات کی رو سے دعاء سے صرف نظر کرتے ہوئے نہ تو محض فراہمی اسباب پر انحصار کرنا درست ہے اور نہ دعاء ہی پر بھروسہ کرتے ہوئے جملہ اسباب سے لاتعلق ہو جانا صحیح ہے۔ وہ آیات جن سے دعا کی اہمیت وعظمت شان کا اثبات ہوتا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبولی ولیومنوا بی لعلهم یرشدون

اور اے نبی ﷺ جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو کہ) میں تو (تمہارے) پاس ہوں۔ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ پس ان کو چاہئے کہ میری بات مانیں اور مجھ پر یقین (توکل) کریں شاید کہ ہدایت پا جائیں (سورہ البقرہ:۱۸۶)

اور فرمایا:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیة انه لا یحب المعتدین (الاعراف:۵۵)

اے لوگو اپنے پروردگار کو عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارا کرو، وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور فرمایا:

فادعوا الله مخلصین له الدین ولو کره الکافرون (المومن:۱۴)

پس اللہ کو پکارو، عبادت کو اسی کیلئے خالص کرتے ہوئے، اگرچہ یہ بات کافروں کو بری ہی لگے۔

اور فرمایا:

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین (المومن:۶۰)

اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ

سے دعا کرو میں تمہاری (دعاء) قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر اعراض برتتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

نیز قرآن کریم نے مختلف مقامات پر انبیائے کرام اور اہل ایمان کی دعاؤں کو اجمال و تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کا مفصل تذکرہ تو محض باعث طوالت ہوگا تاہم مجموعی طور پر ان سب دعاؤں سے بھی دعا کرتے رہنے کی فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اسلئے وہ اپنے پیروکاروں کو صرف دعا کرنے ہی کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ عملی طور پر اسباب اختیار کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے چنانچہ فرمایا:

**وان لیس للانسان الا ماسعی** (النجم: ۳۹)

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اورفرمایا:

**وتزودوا فان خیر الزاد التقوی** (البقرہ: ۱۹۷)

اور زادراہ ساتھ لے لو اور بہترین زادراہ تقویٰ ہے۔

اورفرمایا:

**واعدوالهم مااستطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوا لله وعدوكم** (انفال: ۶۰)

اور جہاں تک ممکن ہو (فوج کی کثرت کے) زور سے اور گھوڑوں کو تیار رکھنے سے ان کے مقابلے کیلئے مستعد رہو کہ اس سے خدا کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر ہیبت بیٹھی رہے گی۔

متذکرہ بالا قرانی آیات سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسباب اور دعاء دونوں کے مابین اعتدال وتوازن ہی دین کی روح ہے اور اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں سے استفادے کو اپنے وتیرہ بنائیں۔

۲) مقالہ نگار صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں:

''ہمارا گمان ہے خدا کا جاننا اس طرح ہوسکتا ہے کہ اس نے اشیاء میں خواص رکھ دیئے ہیں۔ مثلا لوہے میں یہ خاصیت رکھ دی ہے کہ وہ پانی میں ڈوب جائے گا، تو عالم امر میں اللہ کی طرف سے اس خاصیت کا اس طرح سے رکھ دیا جانا لوہے کی تقدیر ہے۔ یہی علم خداوندی ہے۔ جو دوسرے کا حق سلب کرے گا اس کی ذات کا کچھ حصہ لازما بیمار ہوگا۔ یہ تقدیر مبرم ہے ایسا ہی ہوگا کہ یہ امر ربی ہے۔ اس کے برعکس نہیں ہوسکتا۔ خالص اس کی اپنی مرضی سے ضابطے کی اس طرز پر تشکیل، ہماری دانست میں یہی خدا کی تقدیر ہے، یہی اس کا علم ہے''۔

چند سطور کے بعد ان الفاظ میں مزید خامہ فرسائی کرتے ہیں:

''اللہ سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے، کا پھر مفہوم یہ ہوا کہ اس کا قانون مکافات کسی آن بے حرکت اور معطل نہیں ہوتا۔ اس کا کام برابر نتائج مرتب کرتے چلے جانا ہے اور وہ یہ کام بغیر کسی وقفے کے کرتا چلا جاتا ہے۔ متواتر مسلسل۔ پیہم۔ جس کسی نے برقی رو کا نظام متعارف کروایا یہ اس کے علم میں تھا کہ جو بھی بجلی کی ننگی تاروں کو چھوئے گا لازما نقصان اٹھائے گا۔ اور اس نے اور بعدازاں اس کے متبعین نے ہر کہ ومہ کو متنبہ کر دیا، دیکھو ایسی غفلت کبھی نہ کرنا۔ اب جب تک یہ غفلت دنیا میں ہوتی رہے گی اس موجد اور اس کے سچے پیروکاروں کے علم کی تائید ہوتی چلی جائے گی۔ اب رہا یہ نکتہ کہ جس جس شخص کو جب جب کرنٹ پڑے گا اس کی تفصیل اس موجد کے علم میں ہونی چاہئے تو یہ اضافی ذمہ داری اس کے سر تھوپنے سے کیا حاصل ہوگا؟''

مندرجہ بالا طویل اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ مقالہ نگار علم الٰہی کو برقی رو کے موجد کے علم کے مطابق وموافق گردانتے ہیں یہ امر تعجب خیز ہے کہ انہوں نے علم خداوندی کی تشریح وتوضیح کیلئے انسان کے محدود دائرہ علم وواقفیت سے استدلال کرنے کی جسارت تو کرلی لیکن ان آیات پر تدبرو تفکر کرنے کی زحمت گوارا نہ کی جو خالق اور مخلوق کے اعمال وافعال کے مابین واضح حد فاصل قائم کرتی ہیں۔ قران حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**فلا تضربوا لله الامثال** [النحل: ۷۴]

پس تم اللہ کے متعلق (اپنی عقل خام کے سہارے غلط) مثالیں نہ بیان کرو'۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

**لیس کمثله شیء وهو السمیع**

البصیر [الشوریٰ: ۱۱]

کوئی شے اس کی مثل نہیں اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے۔

علم الٰہی کے متعلق یہ نظریہ کہ وہ صرف کلیات ہی تک محدود ہے، اشیائے کائنات کی تفصیلات و جزئیات کی اسے خبر نہیں، قرآن حکیم کی رو سے صریحا کفر ہے۔ (فلاسفہ کا گروہ بھی اسی باطل نظریئے کا حامل ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے: اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵، ص ۴۵۸) زیر بحث موضوع نقل و عقل کے اعتبار سے تفصیلی گفتگو کا متقاضی ہے تاہم بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر ہم صرف قرآن کریم کی رو سے اس پر روشنی ڈالیں گے)

قرآنی آیات سے یہ بات صراحۃ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کے جملہ اجزاء پر محیط ہے اور ازل سے ابد تک حوادث کائنات کے زمان و مکان کے اعتبار سے وقوع پذیر ہونے اور ان کے داخلی و خارجی اور ظاہری و باطنی نتائج و عواقب سے اللہ تعالیٰ کی ذات بخوبی آگاہ اور باخبر ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

**یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم (البقرۃ: ۲۵۵)**

وہ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو ان کے پیچھے ہو چکا ہے، سب سے باخبر ہے۔

اور فرمایا: **ان اللہ لا یخفی علیہ شیء فی الارض ولا فی السماء (آل عمران: ۵)**

بے شک اللہ پر زمین و آسمان میں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

اور فرمایا:

**وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو. ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین. وھو الذی یتوفاکم بالیل ویعلم ما جرحتم بالنھار......الخ**

غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور خشک چیز نہیں مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے اور وہی تو ہے جو رات کو (بحالت نیند) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے (الانعام: ۵۹-۶۰)

اور فرمایا:

**یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا وھو الرحیم الغفور (سبا: ۲)**

جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا ہے، سب کی اسے خبر ہے اور وہ مہربان بخشنے والا ہے۔

اور فرمایا:

**قل انزلہ الذی یعلم السر فی السموت والارض انہ کان غفورا رحیما (الفرقان: ۶)**

کہہ دو کہ اس (قرآن) کو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بلاشبہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

اور فرمایا:

**ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق: ۱۶)**

اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان سے (بھی) آگاہ ہیں اور ہم تو اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

غرضیکہ اس مفہوم کی بے شمار آیات قرآن حکیم میں موجود ہیں جن کا مکمل احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ تاہم مندرجہ بالا قرآنی آیات سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ منکرین حدیث صرف احادیث ہی کے منکر نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کی معنوی تحریف کے بھی مرتکب ہیں۔ درج ذیل آیت انہی کی حالت کی عکاس ہے:

**افرءیت من اتخذ الھہ ھوٰہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون (الجاثیۃ: ۲۳)**

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور جانتے ہوئے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے اسے گمراہ کر دیا۔ اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا کون اسے راہ راست پر گامزن کر سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟